☆ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

ثقافتی وحدت کی لسانیاتی اساس

زبان کسی بھی معاشرے کے کلچر اور تہذیب کی صورت گری کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔معروف مفکر اولیور ہومز (HolmesOliver) نے درست کہا ہے کہ زبان کسی بھی معاشرے کے جسم میں حرکت کرنے والا وہ خون ہے جس کے ذریعے افکار اور خیالات پروان چڑھتے اور ظہور پذیر ہوتے ہیں۔(۱) ایمائیلڈ رکھائیم (DurkheimEmile) نے کلچر کی تقسیم کرتے ہوئے اس کی تین اقسام بیان کی ہیں: سائنسی کلچر، تاریخی کلچر، لسانیاتی کلچر (۲)۔یعنی زبان صرف ثقافتی مظہر ہی نہیں بلکہ سماجی اقدار کے تحفظ و انتقال کا ذریعہ اور پورے انسانی معاشرے کو تبدیل کرنے والا ایک عامل بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم نے زبان کے حروف والفاظ سے اس کی گرامر، منطق، لسانیات اور پھر زبان کے فلسفہ و مابعد الطبیعات تک کا سفر طے کیا ہے۔تہذیب اور کلچر کی ساخت اور نشو ونما پر غور کریں تو اُس میں بھی مرکزی اور محوری حیثیت زبان کی ہے (۳)۔تہذیبوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہی تہذیب مثالی، پائدار اور تسلسل کی حامل ہوگی جو کم از کم یہ تقاضے پورے کرتی ہے:

۱۔ وہ تہذیب ایک واضح نظریاتی اساس پر قائم ہو۔
۲۔ اُس نظریاتی اساس سے ایک نظام اقدار وجود میں آسکتا ہو۔
۳۔ اُس تہذیب کی بنیادی اقدار کا اُس کے ثقافتی مظاہر میں بھی اظہار ہوتا ہو۔
۴۔ اُس تہذیب کی بنیادی اقدار کو ایک جامع نظامِ زندگی میں ڈھالا جاسکتا ہو۔
۵۔ اُس تہذیب کی اقدار اور نظام زندگی کو عملی صورت دینے کے حوالے سے جو ابدہی کا تصور بھی موجود ہو۔

تہذیب کی نشو ونما وارتقاء کے یہ پانچوں اجزائے ترکیبی جس ثقافتی مظہر میں بدرجہ ؟اتم اپنا اظہار پیش کرتے ہیں وہ زبان ہے۔زبان کے اندازِ تحریر، لفظیات اور لسانیاتی نظام سب اپنے تہذیبی پس منظر سے جنم لے رہے ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ زبان جس میں اِن پانچوں اجزائے ترکیبی کا اظہار بدرجہ ؟ کمال ہوتا ہو وہ ایک مثالی اور جامع زبان قرار پائے گی۔اِس کی واضح مثال عربی زبان ہے۔عربی زبان میں ہر لفظ اپنے اندر معنیٰ، لفظ اور لفظ کے اندازِ تحریر کی وحدت کا حامل ہوتا ہے۔اگر زبان کی اس جہت کو ہم تفصیل سے بیان کرنے لگیں تو زبان کے سماجی ومعاشرتی وثقافتی کردار کی بجائے زبان کی مابعد الطبیعاتی حیثیت کے دائرے میں داخل ہو جائیں گے۔ریٹا براؤن (BrownMaeRita) نے کہا ہے کہ زبان کلچر کی وہ شاہراہ ہےجو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ کوئی معاشرہ کہاں سے آیا اور اس کی منزل کیا ہے؟(۴)

زبانوں کی ساخت اور اُن کا اندازِ اظہار جہاں ثقافتی تنوع کا مظہر ہے وہاں وہ مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے مابین اشتراکی پہلوؤں کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔تاہم کسی بھی تہذیب یا ثقافت کے لیے اپنی اساسی اقدار کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنی زبانی اور لسانیاتی روایت کو تہذیبی اقدار کے ساتھ متعلق اور منسلک رکھنا ضروری ہے؛ مثلاً اگر مسلم تہذیب کا کوئی فرد انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں بھی کسی کام کی تکمیل کا ارادہ کرے تو وہ اِس کا اظہار پیٹ پر پتھر باندھنا کہہ کر اُن حالات کی شدت کا اظہار کرے گا جبکہ مغربی تہذیب سے تعلق رکھنے والا فرد اِسی معاملے کا ذکر گھاس کھا کر کام مکمل کرنے کے اندازِ بیان سے کرے گا۔یہاں مسلم تہذیب کا فرد غزوہ؟ خندق جبکہ مغربی تہذیب کا فرد جدید ترقی یافتہ مغربی معاشرے سے پہلے دور کی فضا میں رہتے ہوئے یہ گفتگو کر رہا ہوگا۔

ماہرِ سماجیات ریمنڈ ولیمز (WilliamsRaymond) نے ثقافت یا کلچر کی مختلف جہتوں کو بیان کرتے ہوئے انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا ہے؛ مثالی اور آفاقی اقدار کا کلچر، علوم وفنون سے متعلق نشو ونما کا کلچر، سماجی، انفرادی اور حوالہ جاتی کلچر (۵)۔ریمنڈ کی بیان کردہ اِس تقسیم میں بھی کلچر کی جس جہت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے وہ آفاقی اقدار کا کلچر ہے۔یعنی انسانی معاشرے کی کچھ ایسی قدریں ضرور ہیں جو زمان و مکان کی قید سے ماوراء اور ہر علاقے اور نسل میں موجود ہیں؛ مثلاً حرمت انسانی، ایمان داری، سچائی، محبت، حق پرستی اور کذب و باطل سے گریز۔سو زبان جب بھی کسی تہذیب کے ثقافتی مظہر کے طور پہ فعال ہوگی تو وہ چاہے روزمرّہ سے متعلق ہو یا اعلیٰ وارفع ادبی اور علمی اصناف اور تخلیقات سے متعلق وہ انسانی معاشرے کی مثالی اور آفاقی اقدار اور بنیادی تصورات سے معریٰ نہیں ہوسکتی۔اور جب یہ معاملہ ایک

☆ ڈپٹی ڈائریکٹر، اقبال اکادمی، لاہور۔

ہی تہذیبی پس منظر رکھنے والی مختلف زبانوں کا ہوتو اشتراک و وحدت کے بیسیوں پہلوؤں کی نشاندہی کی جا سکتی ہے؛ مثلاً فن اور شعر کے معیاری اور ارفع ہونے کو بیان کرتے ہوئے اقبال ? نے لکھا:

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے اِسودائے خام خونِ جگر کے بغیر (٦)

اسی آفاقی حقیقت کو پنجابی زبان کے کلاسیکل شاعر میاں محمد بخش ? نے یوں بیان کیا:

سنبھلا ہیدردوں بھریا بند دردوں کجھنا ہیں
نڑاں کماداں فرقر ہودا کا نکا نیکیا کا ہیں (٧)

اگر ہم اِن دونوں اشعار کا فنی اور اسلوبیاتی تجزیہ کریں تو یہ شعرا اپنے مقامی، ثقافتی پس منظر کے تنوع کے باوجود ایک ایسی بنیادی مشترک حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو انسانی اقدار کا مشترک پہلو بھی ہے اور شعورِ انسانی کے مطابق فن کے معیار کی کسوٹی بھی۔

زبان کے الفاظ اور پرایہ اظہار سے ہم جو معنیٰ اور پیغام اخذ کرتے ہیں اُس کی بالعموم دو جہات ہو سکتی ہیں۔ یعنی اُس زبان کے الفاظ یا تو اس کے توجیہی و اظہاری معانی (MeaningsDenotative) بیان کریں گے یا ثقافتی و ماحولیاتی معانی (Connotative Meaning)۔ (٨) اور یہ دونوں جہات مل کر بھی کسی لفظ کے مکمل معنیٰ کا ابلاغ کرتے ہیں۔ سٹیونسن (Stevenson) کے مطابق لغات ہمیں الفاظ کے معانی تو بتاتی ہیں مگر یہ نہیں بتاتی کہ ایک مخصوص ثقافتی پس منظر میں کسی لفظ کا معنیٰ کیا ہے؟ (٩)

ماہر لسانیات ساسیر (SaussuredeFerdinand) نے یہ تصور پیش کیا تھا کہ زبان علامات کے ذریعے روبہ عمل ہوتی ہے۔ اور دو علامات، دو پہلو رکھتی ہیں، Signifier یعنی وہ حرف و لفظ جو لکھا جاتا ہے اور Signified یعنی وہ تصور جس کے لیے حروف و لفظ کا ظرف وضع کیا جاتا ہے۔ (١٠) یہاں زبان کی علامات اپنی حروف و الفاظ کے ان دو پہلوؤں کی تقسیم یہ واضح کرتی ہے کہ Signifier کے اشتراک کے باوجود Signified کے تعین میں مختلف تہذیبی اور ثقافتی پس منظر اپنا کردار ادا کریں گے۔ یعنی یہ ثقافتی اور تہذیبی معنیٰ لغوی انداز سے منتقل کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ ایک مخصوص ثقافتی و تہذیبی فضا میں ملی رویہ عملی اور فعال ہو رہا ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ثقافتی حقیقتوں کو بیانیے کا ثبات زبان کی علامتوں کے ظرف میں ہی میسر ہوتا ہے۔ اور جب زبان کی علامتوں اور اندازِ بیان میں کسی تہذیبی پس منظر کی وحدت کی اساس پر اشتراک و مطابق کے پہلو دریافت کر لیے جائیں تو ان معاشروں میں ہم آہنگی کی مستقل اساس میسر آ سکتی ہے۔

ہندکو زبان کی ضرب المثل ہے: کھاوے ٹبّر سو ہد یقبر۔ یعنی ایک شخص جب حرام کمائی کر کے گھر لاتا ہے تو کھاتا تو پورا کنبہ ہے مگر قبر میں حساب اس سے ہوتا ہے۔ اگر اس ضرب المثل پر غور کریں تو اس میں وہ اپنی روایت، تہذیبی اقدار اور محمود معاشرتی روش جو ایک مسلم معاشرے کی پہچان ہے رواں دواں نظر آتی ہے۔ یعنی ایک مؤثر، فعال اور زندہ تصورِ آخرت جسے بیان کرنے کے لیے واعظین شاید کتنے ہی نشستوں کا وقت لیں مگر اس ایک جملے نے اسے بیان کر دیا ہے۔

انسانی تناظر میں بالعموم اور مشترک تہذیبی منظر کے تناظر میں بالخصوص زبان اپنی لفظیات، اسالیب، اصناف اور اندازِ بیان و اظہار کے لحاظ سے ایسی مشترک اساس فراہم کرتی ہے جو آج کے انتشار کے شکار معاشرے کو باہم ہم آہنگی اور وحدت عطا کر سکتی ہے۔ ڈاروتھیا اولکوسکی (OlkowskiDorothea) نے جب حال، ماضی اور مستقبل کے علاوہ زبان کے اظہار کے پہلو کو وقت کی چوتھی جہت قرار دیا (١١) تو اس کا یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ یہی وہ جہت ہے جو انسانی معاشرے کی حال، ماضی اور مستقبل کی تقسیم کو وحدت کی لڑی میں پرو کر نفس انسانی کی تکریم کی اساس پر استوار کر سکتی ہے۔

حوالہ حواشی:

ofUniversityHolmes,WendellOliverofProseImaginativeTheWeinstein,A.Michael1.
p.522006,Press,Missouri
Sons,andWileyJohnModernity,ofSociologistDurkheim,EmileMustafEmirbayer,2.
p.852008,
:DevelopmentinThoughtandLanguageJaapMurre.Broeder,Peter3.
p.731999,NarrVerlag,GunterStudies,linguistic-Cross
Publishing,Algora|Ideal,s'Life:Quotationss'CivilizationAlamKreger,Richard4.
p.1272007,

IndianaStudy,ReceptionA:CultureandWilliamsRaymondPiercy,AlanVan5.
p.682002,Press,University

٦۔علامہ اقبال، بال جبریل، مسجد قرطبہ
٧۔میاں محمد بخش، سیف الملوک، بیت: ۰۱۴

p.522002,OUP,Emotions,ofNeuroscienceCognitiveNadel,LynnLane,D.Richard8.
Sociolinguistic,:WorldRealtheandLanguageGermanTheStevenson,Patrick9.
Press,ClarendonGerman,ContemporaryonPerspectivePragmaticandCultural
p.1651997,
p.1381986,Press,UniversityCornellSaussure,deFerdinandCuller,D.Jonathan10.
Press,UniversityIndianaTurn,ScientifictheandPhilosophyPostmodernOlkowski,E.Dorothea11.
p.1122012,